پرندوں کا رزق
اور انسان

واعظ : حضرت مولانا مفتی طارق مسعود صاحب مدظلہ

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
1	اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں	4
2	دھوکے کا مطلب	4
3	کفار کی ظاہری ترقی کی حقیقت	4
4	کفار کے مال ودولت کی مثال	5
5	انسانی صلاحیتوں کی مثال	5
6	انسان کی عمر محدود ہے	6
7	مسافر کی مثال	6
8	ایک اور مثال	7
9	ایک صحابی کا قصہ	7
10	توکل کا مفہوم و مثال	7
11	ایک ماحر کا واقعہ	8
12	پرندوں کی زندگی سے توکل کا درس	9
13	پرندے کے ساتھ تشبیہ کا مقصد	9
14	رزق کا مطلب	9

15	اللہ کی قدرت وطاقت	10
16	کچھ اپنے شیخؒ کے بارے میں	10
17	حضرتؒ کی قناعت کا حال	11
18	رزقِ حلال پر قناعت کرنا سیکھیں	12
19	اللہ کی ذات سے پُراُمید رہیں	13

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيآت أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادي له، ونشهد أن لآ إله إلا الله وحده لا شريك له، ونشهد أن سيدنا وحبيبنا وشفيعنا وسندنا محمداً أعبده ورسوله، صلى الله تعالى عليه وعلى آله وأصحابه وبارك وسلم تسليماً كثيراً كثيراً.

أما بعد! فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم. بسم الله الرحمٰن الرحيم.

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِؕ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ- ثُمَّ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُؕ وَ بِئْسَ الْمِهَادُ. لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِؕ-وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ. وَ اِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِۙ-لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًاؕ-اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْؕ-اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ. يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ[1] .

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جو لوگ اللہ کے نافرمان ہیں، کافر ہیں، ان کی ترقی، زمین میں ان کا چلنا پھرنا، ان کی موج مستیاں، مال ودولت، یہ تمام کی تمام چیزیں آپ کو دھوکے میں نہ ڈال دیں۔

دھوکے کا مطلب: دھوکہ کہتے ہیں کہ ایک چیز کی حقیقت کچھ اور ہو، بتایا کچھ اور جارہا ہو۔ دکان دار دکان میں لائٹیں اتنی لگادیتا ہے کہ کپڑا اتنا چمکدار ہوتا نہیں ہے، جتنا نظر آرہا ہوتا ہے اور آپ دھوکے میں آکر خرید لیتے ہیں، سبزی منڈی میں پھلوں کی پیٹی خریدتے ہیں، تو اوپر اچھے اچھے فروٹ دیکھ کر انسان دھوکے میں آجاتا ہے کہ باقی بھی اچھے ہوں گے۔ بعد میں پتا چلتا ہے کہ صرف اوپر کا مال اچھا ہے، اندر سب گلا ہوا ہے۔

کفار کی ظاہری ترقی کی حقیقت: اللہ فرماتا ہے، کہ کافر کا جو ظاہری عمل ہے، وہ بتا یہ رہا ہے کہ کافر بر حق ہیں، وہ سیدھے راستے پر ہیں، کیوں کہ اگر وہ سیدھے راستے پر نہ ہوتے تو اتنی ترقی نہ کرتے اور اتنی خوشحالی والی زندگی نہ گزارتے۔ ان کی صحتیں بہت اچھی، نظامِ حکومت ان کا بہت اچھا، ان کا نظم وضبط دیکھ لیجیے، ان کا قد کاٹھ دیکھ لیجیے، اور سائنسی ترقی کی تو کوئی انتہا نہیں، خلاؤں پر حکومت کر رہے ہیں۔ اللہ تعالی نے ان کی تمام تر ترقی اور تمام تر تعلیم، اس ایک آیت میں کھول کر رکھ دی

1:النساء:200-196

(ڈھول کا پول کھول دیا) وہ ترقی کیا ہے؟ فرمایا: "مَتَاعٌ قَلِيْلٌ": یہ بہت تھوڑا سا، معمولی سا سامان ہے زندگی گزارنے کا، اور تم اسے بہت زیادہ سمجھ رہے ہو۔ امریکہ کی ترقی کو، جاپان کی ترقی کو، آسٹریلیا کی ترقی کو اور بہت سے ملکوں کی معاشی ترقی اور اس کے علاوہ اور میدانوں میں ترقی کو تم بہت کچھ سمجھ رہے ہو۔ پہلی غلطی تمہیں یہ ہو رہی ہے کہ یہ بہت کچھ ہے، نہیں، تو پھر دھوکہ کس چیز سے کھا رہے ہو؟ اگر بہت کچھ دیا ہوتا تو دھوکے میں آجاتے، حالانکہ دیا کچھ بھی نہیں ہے اور تم سمجھ رہے ہو کہ بہت کچھ دیا ہے۔

کفار کے مال و دولت کی مثال: ایک بادشاہ ہے، اس کا ایک شہزادہ ہے فرمانبردار، اور ایک ہے نافرمان۔ نافرمان کو وہ اگر بجلی سے چلنے والی گاڑی دے دے (جو بچوں کے کھلونوں والی گاڑی ہوتی ہے) اور سیل سے چلنے والا ہاتھی پکڑا دے، تو جو فرمانبردار ہے وہ کہنے لگے کہ میرے ابا نے میری فرمانبرداری کا کوئی لحاظ نہیں کیا، جو نافرمان ہے اس کو گاڑی بھی دے دی اور ہاتھی بھی دے دیا اور مجھے کچھ بھی نہیں دیا، تو باپ کہے گا کہ بیٹا حقیقی گاڑی نہیں دی ہے، بلکہ سیل سے چلنے والی گاڑی دی ہے۔ "مَتَاعٌ قَلِيْلٌ" بس تھوڑا سا سامان پکڑا دیا اس کو، تاکہ مجھے تنگ نہ کرے، اسی میں مشغول رہے۔ تو اللہ تعالی نے کافر کو جو کچھ دیا دنیا میں ہے، "مَتَاعٌ قَلِيْلٌ" بہت تھوڑا ہے، اور بہت تھوڑا اس لیے ہے کہ انسان کی زندگی بہت تھوڑی ہے۔

انسانی صلاحیتوں کی مثال: اس کی مثال ایسے ہے جیسے آپ صبح ناشتے میں بیٹھے اور آپ کہہ رہے ہیں کہ مجھے بہت زیادہ ناشتہ چاہیے تو اس نے آپ کے سامنے دس پراٹھے، چھ انڈے اور بہت کچھ لا کر رکھ دیا، تو آپ بولو گے: بھائی! یہ کیا چاہتے ہو تم؟ وہ بولے: میں چاہتا ہوں کہ آپ کا اکرام کروں، اور آپ ایسا کھائیں کہ دنیا بولے کہ آپ نے کھایا ہے۔ تو آپ کہیں گے کہ میرا معدہ محدود ہے۔ اگر تو ساری دنیا کی بیکریوں کی چابیاں بھی مجھے پکڑا دے تو میں زیادہ سے زیادہ دو پراٹھے ہی کھاؤں گا۔ اس سے زیادہ میں ہضم نہیں کر سکتا۔ دینے والا اگر بہت کچھ دے بھی دے، تو ہماری صلاحیتیں انتہائی محدود ہیں۔

کل ایک صاحب نے بڑی اچھی بات کہی، انہوں نے کہا کہ ہمارے صدر جو ناشتہ کرتے ہیں، ہم بھی ویسا ہی ناشتہ کرتے ہیں، وہ اس سے زیادہ اور کیا کھا سکتے ہیں؟ امریکہ والے بھی یہی کھاتے ہیں، بلکہ جو غریب آدمی ہے وہ دو چار پراٹھے کھالے گا، کیونکہ اس نے محنت مزدوری کرنی ہے، لیکن جو امیر آدمی ہے اس نے تو ویسے ہی ڈاکٹروں کے مشورے سے ناشتے کا صرف ساشہ لینا ہے۔ تو بات یہ ہے کہ اللہ تعالی نے انسان کو ایک تو وقت کم دیا، صلاحیتیں محدود دیں، دنیا میں جتنی عیش و عشرت والی چیزیں

ہیں، ان سب سے فائدہ اٹھانے کے لیے اللہ نے انسان کو نہ اتنی صلاحیتیں دیں اور نہ اتنی عمر دی۔ یہ چیز آج انسان کے سمجھ میں نہیں آتی۔ وہ سمجھتا ہے کہ جیسا میں جوانی میں ہوں بعد میں بھی ویسا ہی رہوں گا۔ زیادہ سے زیادہ چالیس سال مزے سے کھا لے گا۔ اس بعد تو کھانے سے پہلے سوچے گا کہ یہ کھالیا تو دنیا میں ہی اس کا حساب دینا پڑے گا۔ دنیا کا مطلب یہ کہ ڈاکٹر اس کو کہیں گے کہ اتنا مت کھاؤ، ورنہ جو کھا رہے ہو اس سے بھی رہ جاؤ گے۔ پاکستان میں انسان کی جو اوسط عمر ہے وہ 54 سال ہے۔ 54 سال سے پہلے عام طور پر لوگ مر چکے ہوتے ہیں۔ اب یہ چھوٹی سی زندگی، جس میں آپ کی صلاحیتیں بھی محدود، معدہ بھی محدود، اگر آپ چاند پر بھی پہنچ جاؤ اور مریخ پر جانے کی باتیں کرنے لگو، تو بات کرتا کوئی اور ہے، اور پہنچتا کوئی اور ہے۔ کرنے والا جب کوئی بات سوچتا ہے تو سوچتے سوچتے اس کی عمر پوری ہو چکی ہوتی ہے۔

انسان کی عمر محدود ہے: آج سائنس دانوں کے جو بھی نظریات ہیں اور جتنی چیزیں بنائی جا رہی ہیں، نظریہ ایک نے پیش کیا تھا اور وہ ابھی اس پر کام کر رہا تھا کہ اس کی موت واقع ہو گئی، پھر دوسرے نے اس نظریے کو تھوڑا سا آگے بڑھایا اور وہ بھی مر گیا، ان کی نسل ان سے فائدہ اٹھاتے اٹھاتے آج چاند پر پہنچی ہے اور وہ سائنس دان بھی اس عمر میں وہاں پہنچا ہے کہ زیادہ عرصہ زندہ نہیں رہ سکا اور وہ بھی مر گیا۔ ہم تو دیکھ رہے ہیں کہ ترقی ہو رہی ہے، لیکن جو کر رہا ہے اس پر کیا گزر رہی ہے؟ عام طور پر انسان جب پیسہ جمع کرنا شروع کرتا ہے کہ میں گھر بناؤں گا، یہ کروں گا وہ کروں گا تو جمع کرتے کرتے اس کو 40،45 سال لگ جاتے ہیں، پھر 50،55 سال کی عمر میں جا کر وہ گھر بناتا ہے، حالانکہ یہ وہ عمر ہے کہ انسان اپنی دو تہائی سے زیادہ عمر گزار چکا ہوتا ہے۔

مسافر کی مثال: جیسے آپ لانڈھی جا رہے ہیں اور دو تہائی سفر پیدل کر چکے ہیں تو اب ٹیکسی کیا کرنی؟ آدمی کہتا ہے کہ اتنا لمبا چل لیا تھوڑا اور چل لیتا ہوں، کم از کم پیسے تو بچا لوں۔ جو اصل سفر تھا وہ تو ہو گیا، اب تھوڑا سا رہ گیا ہے، یہ پیسے کسی غریب کو صدقہ کر دوں، آخرت میں محفوظ ہو جائیں گے، لیکن دنیا میں ایسا ہوتا نہیں ہے۔ آدمی 60 سال کا ہو کر کہتا ہے کہ میں اب گھر بناؤں گا اور بڑے فخر سے بتاتا ہے کہ میں نے اتنا بڑا گھر بنایا ہے اور اتنا مضبوط سریا ڈالا ہے، لیکن اس کو یہ پتا نہیں ہوتا کہ یہ سریا اس کی ٹانگوں میں نہیں ہے۔ آپ اپنی ٹانگوں میں بھی تو اتنی بھرائی کرو کہ اس گھر کا ساتھ دے سکو۔ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے بدترین چیز جس پر انسان کا پیسا خرچ ہو وہ تعمیر ہے۔ کھانے پر بھی پیسہ خرچ کرتا ہے، کپڑوں پر بھی پیسہ خرچ کرتا ہے، لیکن یہ چیزیں ایسی ہیں کہ ان سے انتفاع کر لیتا ہے، لذت اٹھا لیتا ہے اور ان چیزوں پر اتنا خرچہ ہوتا بھی نہیں ہے

۔ کھایا، ختم اور مزہ آ گیا۔ پہنا، اچھا لگا، مزہ آ گیا، پرانا کر دیا۔ عام طور پر کپڑے کی عمر آپ کی عمر سے کم ہوتی ہے، اور بقیہ چیزوں کا بھی یہی حال ہے، لیکن تعمیر ایسی چیز ہے کہ یہ اس کی علامت ہے کہ آپ نے جانا نہیں ہے، کیوں کہ جانے کا ارادہ ہوتا تو اتنا ہی لگاتے جتنا یہاں ٹھہرنا ہے۔

ایک اور مثال: اس کی مثال ایسے ہے جیسے آپ ٹرین میں بیٹھ گئے اور آپ کیا کر رہے ہیں کہ تکیہ ایلفی سے جوڑ رہے ہیں، تاکہ یہ بار بار گرے نہیں اور وہاں واٹر کولر منگوا رہے ہیں اور باقاعدہ فِکس کر رہے ہیں تو لوگ آپ کو بے وقوف کہیں گے، کیونکہ آگے جا کر آپ نے اترنا ہے۔ تکیہ رات کو سونے کے لیے چاہیے، سر کے نیچے رکھ لینا، پھر اٹھا کر رکھ دینا اور اتنا بڑا کولر رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جب ضرورت ہو تو بوتل لے کر پی لیں۔

ایک صحابی کا قصہ: ایک صحابی درخت لگا رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری عمر اور تمہاری امیدیں اس درخت کی عمر سے کم ہیں۔ درخت کئی سال کے بعد پھل دیتا ہے، تو کیا تم کھا لو گے؟ یہ مطلب نہیں کہ درخت لگانا منع ہے، بلکہ درخت لگانے کی تو ترغیب ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے درخت لگایا اس کے مرنے کے بعد اس درخت سے چرند پرند بھی کھائیں گے تو اس کو ثواب ملتا رہے گا۔ مطلب یہ تھا کہ اگر یہ کام کر رہے ہو تو بعد میں آنے والے لوگوں کی نیت سے کرو۔ اپنی نیت سے اتنے لمبے لمبے پروجیکٹ شروع نہ کرو کہ میں یہ کھاؤں گا، وہ کھاؤں گا، پتا نہیں کھاؤ گے بھی نہیں کھاؤ گے، موت کا کچھ پتا نہیں ہے۔

توکل کا مفہوم و مثال: کل کیا ہو گا؟ اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے بڑی بہترین مثال دی۔ یہ ایسی مثال ہے کہ اگر آپ کو اور مجھے سمجھ میں آجائے تو آخرت تو بعد میں ملے گی دنیا کا سکون پہلے ملے گا۔ فرمایا کہ اگر تم اللہ پر توکل کرو جیسے کرنے کا حق ہے تو تمہیں روزی ایسے ملے گی جیسے پرندوں کو ملتی ہے [2]۔ لیکن کرتے نہیں ہو۔ نظر اپنے بٹوے پر ہوتی ہے، اپنی

2: حدثنا علي بن سعيد الكندي، قال: حدثنا ابن المبارك، عن حيوة بن شريح، عن بكر بن عمرو، عن عبد الله بن هبيرة، عن أبي تميم الجيشاني، عن عمر بن الخطاب، قال: قال رسول الله ﷺ: "لو أنكم كنتم توكلون على الله حق توكله لرزقتم كما يرزق الطير تغدو خماصا وتروح بطانا". أبواب الزهد، باب فی التوکل علی الله، الترمذی، حدیث: 2344.

حدثنا يحيى بن إسحاق، أخبرنا ابن لهيعة، حدثنا عبد الله بن هبيرة، قال: سمعت أبا تميم الجيشاني يقول: سمعت عمر بن الخطاب يقول: سمعت رسول الله ﷺ يقول: "لو أنكم كنتم توكلون على الله حق توكله، لرزقكم كما يرزق الطير، ألا ترون أنها تغدو خماصا وتروح بطانا؟" مسند العشرة المبشرين بالجنة، مسند الخلفاء الراشدين، مسند عمر بن الخطاب رضي الله عنه، مسند أحمد، حديث: 373

دکان پر ہوتی ہے کہ دکان کھلا رہی ہے، کاروبار کھلا رہا ہے، مکان کھلا رہا ہے۔ یہ تمام ذرائع ہیں، کیونکہ اللہ جب کسی کی مدد کرتا ہے تو عادت یہ ہے کہ کسی کے ذریعے سے کرتا ہے۔ جیسے ایک آدمی تھا اس کو خبر ملی کہ بستی میں سیلاب آرہا ہے ، لہذا بستی چھوڑ کر نکل جاؤ تو وہ کہتا ہے کہ نہیں، بچانے والا اللہ ہے۔ ارے بھئی! اللہ بچانا چاہتا ہے جبھی تو تمہیں خبر ملی، ورنہ ناگہانی آفت آجاتی۔ وہ کہنے لگا کہ نہیں، بچانے والا اللہ ہے، میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ جب سیلاب آنے لگا تو حکومت نے گاڑیاں بھیجیں کہ جان بچا کر نکل جاؤ تو اس نے کہا کہ نہیں، میری نظر اللہ پر ہے، بچانے والا اللہ ہے۔ پھر جب سیلاب آگیا تو حکومت نے کشتی بھیج دی کہ اس پر بیٹھ کر نکل جاؤ، لیکن اس نے کہا کہ نہیں، بچانے والا اللہ ہے۔ اب آخری حربہ استعمال کیا اور ہیلی کاپٹر بھیج دیا، لیکن اس نے کہا کہ نہیں، بچانے والا اللہ ہے، تو وہ ڈوب کر مر گیا۔ وہ کہنے لگا کہ اے اللہ! میں نے تجھ پر اتنا اعتماد کیا، لیکن تو نے میری مدد نہیں کی اور مروادیا۔ تو اللہ تعالی کہتا ہے کہ میرے بندے تو نے مجھ پر اعتماد کیا، میں نے تجھے بچانے کے لیے پہلے بندے بھیجے، لیکن تو نہیں گیا۔ پھر گاڑی بھیجی، لیکن تو اس میں نہیں بیٹھا۔ پھر میں نے کشتی بھیجی، لیکن تو اس میں بھی نہیں بیٹھا۔ پھر میں نے ہیلی کاپٹر بھیجا، لیکن تو اس میں بھی نہیں بیٹھا۔ تو بچنا چاہتا ہی نہیں تھا۔ تو جب اللہ پر توکل کیا جاتا ہے تو اللہ کی عادت یہی ہوتی ہے کہ بچانے کے اسباب پیدا فرمادیتے ہیں، اور وہ اسباب انسانوں کو ہی بناتے ہیں، کبھی فرشتوں کو بھی بنا لیتے ہیں۔ تو اس حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم اللہ پر اعتماد کرو کہ میرے میں پیٹ جو روٹی اتر رہی ہے، وہ اللہ حکم اور اللہ کے ارادے سے اتر رہی ہے۔ دکان، مکان محض ایک ذریعہ ہے۔ اور یاد رکھو! جو رازق ہوتا ہے، وہ ذریعہ کا محتاج نہیں ہوتا۔ ذریعہ کسی چیز کو بناتا تو ہے، لیکن ذرائع کا محتاج نہیں ہوتا۔ تو وہ جب محتاج نہیں ہے، تو ہر طرح سے کھلا سکتا ہے، اور وہ اسباب اور ذرائع مہیا کر کے بھی روٹی چھین سکتا ہے۔ جیسے شوگر کا مریض مٹھائی کی دکان پر بیٹھ کر بھی مٹھائی نہیں کھا سکتا، کیوں کہ اس کو پتا ہے کہ اگر ایک لڈو بھی کھایا تو یہ مٹھائی کی دکان کل وراثت میں تقسیم ہو گی، تمام اسباب اختیار کر کے بھی نہیں کھا پارہا۔ اللہ تعالی نے بتادیا کہ میں تمام اسباب مہیا کر کے بھی نوالہ چھین سکتا ہوں۔

ایک تاجر کا واقعہ: ایک بہت بڑا تاجر تھا اس کے بحری جہاز سمندر میں چلتے تھے اس کو ایک بیماری ہوگئی تھی کہ جب اس کی پلک جھپکتی، تو اٹھتی نہیں تھی۔ اس کو اس سے بہت تکلیف ہوتی تھی، تو اس نے کہا کہ میری سب سے بڑی تمنا یہ کہ میری ساری دولت لے لی جائے، لیکن جب میں اپنی پلکوں کو جھکایا کروں تو خود اس کو اٹھالیا کروں۔

پرندوں کی زندگی سے توکل کا درس: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم اللہ پر توکل کرو جیسے کرنے کا حق ہے تو تمہیں روزی ایسے ملے گی جیسے پرندوں کو ملتی ہے۔ پھر آگے فرمایا کہ پرندے صبح خالی پیٹ نکلتے ہیں۔ چڑیا جب گھونسلے سے نکلتی ہے تو اس کے پیٹ میں ایک بھی دانہ نہیں ہوتا[3] اور اس کو سمت بھی معلوم نہیں ہوتی کہ کہاں جانا ہے؟ میری روزی کا اور میرے بچوں کی روزی انتظام کہاں سے ہوگا؟ اسے کچھ بھی پتا نہیں ہوتا، لیکن آج تک ایسا نہیں ہوا کہ کوئی پرندہ صبح اڑا ہو اور شام کو خالی پیٹ واپس آیا ہو۔ ہاں! اگر اللہ اس کو خالی پیٹ مارنے کا ارادہ کرلے وہ پھر الگ بات ہے، لیکن عام طور پر ایسا نہیں ہوتا، کہ پرندہ صبح اڑا ہو اور شام کو خالی پیٹ گھر لوٹ گیا ہو۔

پرندے کے ساتھ تشبیہ کا مقصد: پرندے کے ساتھ تشبیہ اس لیے دی کہ آپ کو پرندوں میں تمام ضروریات زندگی پوری ہوتی ہوئی نظر آئیں گی، اور اس میں آپ کو اللہ کی قدرت کا ایسا مشاہدہ ہوگا کہ آپ کی عقل حیران ہوگی۔ بِلی کی مثال نہیں دی، کیونکہ بلی گھر نہیں بناتی، جوڑوں کی شکل میں نہیں رہتی، جبکہ پرندے جوڑوں کی شکل میں رہتے ہیں، ان کی شادیاں ہوتیں ہیں، بچے ہوتے ہیں، ماں باپ مل کر بچوں کو پالتے ہیں اور گھر بناتے ہیں اور ہر پرندے کے لیے ایک جیسا گھر نہیں ہوتا، بلکہ ہر پرندہ اپنے لیے الگ گھر بناتا ہے جو اسی کے لیے استعمال ہو سکتا ہے، دوسرے کے لیے استعمال نہیں ہو سکتا۔ کبوتر کا گھونسلا الگ ہے، چیل کا گھونسلا الگ ہے، اس کی بناوٹ کے اعتبار سے بھی اور اس کی جگہ کے اعتبار سے بھی۔ چیل اونچی جگہ پر بنائے گی اور چڑیا بہت چھوٹی چھوٹی جگہوں پر نیچے بناتی ہے۔

رزق کا مطلب: رزق کا مطلب عربی میں صرف دال پانی نہیں ہوتا، بلکہ رزق کہتے ہیں ضروریات زندگی کے تمام لوازمات کو۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جیسے پرندوں کی زندگی کے تمام لوازمات پورے ہوتے ہیں، تمہارے بھی پورے ہو

3: حدثنا علي بن سعيد الكندي، قال: حدثنا ابن المبارك، عن حيوة بن شريح، عن بكر بن عمرو، عن عبد الله بن هبيرة، عن أبي تميم الجيشاني، عن عمر بن الخطاب، قال: قال رسول الله ﷺ: "لو أنكم كنتم توكلون على الله حق توكله لرزقتم كما يرزق الطير تغدو خماصا وتروح بطانا". أبواب الزهد، باب فى التوكل على الله، الترمذى، حديث:2344.

حدثنا يحيى بن إسحاق، أخبرنا ابن لهيعة، حدثنا عبد الله بن هبيرة، قال: سمعت أبا تميم الجيشاني يقول: سمعت عمر بن الخطاب يقول: سمعت رسول الله ﷺ يقول: "لو أنكم كنتم توكلون على الله حق توكله، لرزقكم كما يرزق الطير، ألا ترون أنها تغدو خماصا وتروح بطانا؟" مسند العشرة المبشرين بالجنة، مسند الخلفاء الراشدين، مسند عمر بن الخطاب رضى الله عنه، مسند أحمد، حديث:373

جائیں گے۔اب دیکھیں کہ آپ ﷺ نے کیسی بہترین مثال دی ہے۔اس لیے کہتے ہیں کہ علومِ نبوت دلیلِ نبوت ہیں۔ یعنی جو آپ ﷺ کے علوم ہیں اور مثالیں ہیں وہ آپ ﷺ کے نبی ہونے کی دلیلیں ہیں۔

پرندہ جب تک اکیلا ہوتا ہے اس کا گھر نہیں ہوتا اور دوسری بات یہ کہ پرندوں کی شادی پہلے ہوتی ہے۔ اس کو یہ فکر نہیں ہوتی کہ ابھی تو گھر نہیں ہے، یہ نہیں ہے، وہ نہیں ہے۔جب پرندے کے دل میں شادی کی طلب پیدا ہوتی ہے تو وہ شادی کر لیتا ہے۔ کوئی ذخیرہ اندوزی نہیں۔بس صبح کو جارہا ہے، شام کو پیٹ بھر کر آرہا ہے اور اس کو پتا بھی نہیں ہے کہ کہاں جانا ہے؟بس اتنا پتا ہے کہ جہاں بھی جاؤں گا ملے گا، پھر جب انڈے دینے کا وقت آتا ہے تو خود فطرت سکھا دیتی ہے کہ تِنکے اور گھاس پھوس کا انتظام کیسے ہوگا؟ کیونکہ اللہ نے ضروریات پوری کرنے کی ذمہ داری خود لی ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ آپ کو بھی سکھانے کے انتظامات پیدا کر دے گا، کسی کے ذریعے سے ہو یا ویسے ہی ہو اور جو کام اللہ کے ذمہ ہے، وہ اللہ پر چھوڑ دو۔خود اللہ بننے کی کوشش نہ کرو۔آج ہر آدمی خود اللہ بننے کی کوشش کر رہا ہے، اور کہہ رہا ہے کہ میں کھلاتا ہوں، میں بناتا ہوں اور میں سارے کام کرتا ہوں، تو اللہ دکھادیتے ہیں کہ تو کیا کرتا ہے؟

اللہ کی قدرت وطاقت: کل میں نے ایک کلپ دیکھا کہ ایک باڈی بلڈر ہے اور وہ لڑائی کر رہا ہے اور دو تین پہلوانوں کو اس نے ایسے ہی پچھاڑ دیا، پھر اس کے بعد ہاتھ اوپر کر کے اپنی طاقت دکھا رہا ہے، پھر ایک دم سے زمین پر گرا اور مر گیا۔تو اللہ نے بتادیا کہ تو کچھ بھی ہو، لیکن اگر میں چاہوں تو دو منٹ میں زمین پر گرادوں۔انسان، اللہ بننے کی کوشش نہ کرے۔تو جب اس کے انڈے بچوں کا وقت آیا تو اللہ نے ان کے گھونسلے کا انتظام بھی کر دیا اور پھر جو اللہ ان کا پیٹ بھر رہا تھا، وہی اللہ اب ان کے بچوں کا پیٹ بھی بھر رہا ہے۔ تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ پرندہ، اللہ پر توکل کرتا ہے۔ اپنی عقل کی دخل اندازی نہیں کرتا، اولاد بھی اللہ جتنی اسے دے دے، وہ اس کو قبول کر لیتا ہے ۔اسی طرح انسان کی بھی تمام ضروریات پوری کر رہا ہے اور اگر کوئی چیز پوری نہیں کر رہا تو سمجھ لو کہ یہ چیز میری ضرورت میں داخل نہیں ہے، اگر اللہ پر اعتماد ہوگا تو اس کو سمجھنا پڑے گا۔

کچھ اپنے شیخ کے بارے میں: ہمارے شیخ حضرت مفتی رشید احمد صاحبؒ کی زوجہ بیمار تھیں، وہ ڈاکٹر کے پاس گئے اور بتایا کہ یہ بیماری ہے تو ڈاکٹر نے کہا کہ ان کو پھل زیادہ سے زیادہ کھلانے پڑیں گے۔فرماتے ہیں کہ میں نے سوچا کہ میری آمدن اتنی نہیں ہے کہ میں پھل خرید سکوں۔ اور فرماتے ہیں کہ روزانہ روٹی کے ساتھ دال چلتی تھی، اور ہم شوق سے کھاتے تھے

۔ کبھی اس چیز کا احساس ہی نہیں ہوا۔ احساس اس وقت ہوا جب ایک مہمان گھر پر آیا اور کہا کہ حضرت جب بھی آتا ہوں آپ کے گھر دال ہی پکی ہوئی ہوتی ہے، اور اس دن اس کے بتانے سے یاد آیا کہ ہم کتنے دنوں سے دال کھا رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو کہا کہ حلال اتنا ہی ملتا ہے۔ حضرت اس وقت دار العلوم کورنگی کے شیخ الحدیث تھے اور گھر میں غربت کا یہ عالم تھا ۔ حضرت فرماتے تھے کہ مجھے یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے شرم آتی ہے کہ کہیں یہ نہ سمجھیں کہ میں اپنی غربت بیان کر رہا ہوں۔

حضرتؒ کی قناعت کا حال: فرماتے ہیں اس حال میں اپنے آپ کو میں بہت بڑا بادشاہ سمجھتا تھا کہ میری ضرورت دو وقت کی روٹی یا تین وقت کی روٹی نہیں ہے اور اللہ مجھے میری ضرورت سے زیادہ دے رہا ہے۔ میری ضرورت صرف روٹی ہے اور وہ اس کے ساتھ دال بھی دے رہا ہے۔ میں اپنے آپ کو اس وقت شکر کی حالت میں سمجھتا تھا، صبر والی حالت میں نہیں سمجھتا تھا، جبکہ حالت یہ تھی کہ لاہور میں حضرت کے شیخ رہتے تھے ۔ سال میں ایک مرتبہ ان کے پاس جانے کے لیے ٹرین کے پیسے نہیں ہوتے تھے۔ کہیں سے جوڑ توڑ کر، کچھ اپنے وظیفے سے بچا کر اتنے پیسے ہوتے تھے کہ جا سکیں اور جب جاتے تو آنے کے پیسے نہیں ہوتے تھے۔ ساٹھ 60 سال تک اس طرح غربت میں وقت گزارا ہے۔ لیکن فرمایا کہ میری ظاہری حالت ایسی ہوتی تھی کہ لوگ میرے پاس آکر مجھ سے قرضے مانگتے تھے۔ اور اس غربت میں نفاست اتنی تھی کہ گھر میں پھولوں کا باغیچہ لگایا ہوا تھا۔ فرمایا کہ ان کو پانی دینے کے لیے برتن خریدنے کے پیسے نہیں تھے (لوگ کہیں گے کہ ایک طرف شوق ایسے ایسے پالے ہوئے ہیں اور دوسری طرف لوٹے کے پیسے نہیں ہیں) تو نفاست اتنی تھی۔ اس کے باوجود فرماتے تھے کہ مجھ سے اللہ کا شکر ادا نہیں ہو رہا، کیونکہ اللہ نے مجھے میری ضرورت سے زیادہ دے دیا ہے۔ اب جب ڈاکٹر کے پاس گئے تو ڈاکٹر نے کہا کہ ان کو پھل کھلایئے۔ حضرت نے فرمایا کہ ڈاکٹر اپنے علم کے مطابق صحیح بات کر رہا ہے، مگر ہم اپنے علم کے مطابق دیکھیں گے کہ میری زوجہ کو پھل کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر پھل کی ضرورت ہوتی تو اللہ انتظام کر دیتا۔

پھر اللہ نے بعد میں اتنا دیا کہ آپ کی سوچ ہے۔ ساٹھ سال کے بعد حضرت کا ناشتہ ایسا ہوتا تھا کہ ہم صرف حضرت کا ناشتہ دیکھنے جاتے تھے۔ جب کچھ بھی نہیں تو بس کے کرائے کے پیسے بھی نہیں اور جب آئے تو پھر ایسے کہ گاڑی بھی کویت کے شہزادے سے خریدی۔ اللہ نے جس حال میں رکھا اس حال میں خوش رہتے تھے۔ پہلے بھی خوش اور اب بھی خوش۔ اور اتنی دولت کے باوجود گھر نہیں خریدا، پھر بعد میں خیال آیا کہ ایک آدھ کمرے کا فلیٹ لے لوں، تاکہ میرے بعد میری زوجہ رہ

سکیں، کیوں کے بچے تو باہر ملک میں تھے اور اپنے لیے ایک بالشت بھی زمین نہیں چھوڑی۔ سب کچھ صدقہ کر دیتے تھے۔ایک دفعہ ارادہ کیا کہ میری جتنی دولت ہے میں وہ ساری صدقہ کر دوں، لیکن پھر یہ ارادہ اس لیے ترک کر دیا کہ اگر میں نے ساری دولت صدقہ کر دی تو میں غریب بن جاؤں گا اور مجھ پر زکوۃ فرض نہیں ہو گی، میں چاہتا ہوں کہ مجھ پر زکوۃ فرض ہو اور میں اس کو ادا کروں، تاکہ زکوۃ ادا کرنے والوں میں میرا شمار ہو جائے۔ یہ میں اس لیے بتا رہا ہوں کہ جو لوگ دنیا کو مسافر خانہ سمجھتے ہیں، اللہ ان کی ساری ضرورتیں پوری کر دیتا ہے، کیونکہ ان کے ہاں ضرورت کی تعریف وہ نہیں ہے جو ہمارے ہاں ہے۔ ہمارے ہاں ضرورت عیاشی کو کہتے ہیں اور یہ کبھی پوری نہیں ہو سکتی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم اللہ پر توکل کرو تو ایسے رزق ملے گا جیسے پرندوں کو ملتا ہے۔ صبح خالی پیٹ اور شام کو بھرے ہوئے پیٹ اور جب اولاد ہوتی ہے تو اس کی بھی روٹی کا انتظام ہوتا ہے۔

رزقِ حلال پر قناعت کرنا سیکھیں: میرے بھائی! ہمیں بھی اللہ پر نظر رکھنی چاہیے۔ جو بھی ضرورت ہو گی وہ اللہ تعالی پوری کر دے گا اور اگر کوئی نہیں ہو رہی تو اس کا مطلب ہے کہ وہ ہماری ضرورت ہے ہی نہیں۔ بچوں کی تعلیم کے پیسے نہیں ہیں، کوئی بات نہیں، بغیر تعلیم کے بھی اللہ بہت کچھ بنا سکتا ہے۔ ہمارے شیخ سے کسی نے پوچھا کہ یہ جو بینک کے ملازمین ہیں، ان کی اتنی اتنی تنخواہیں ہیں اور آپ کہتے ہیں کہ اس کی آمدن حرام ہے تو یہ سب لوگ کیا کریں گے؟ کہاں جائیں گے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ٹھیلا لگائیں۔ یہ جو ٹھیلے لگا رہے ہوتے ہیں اور سبزیاں بیچ رہے ہوتے ہیں، کیا ان کا پیٹ نہیں بھرتا؟ اس لیے یہ کام وہ نہیں کرے گا جو دنیا کو مسافر خانہ نہیں سمجھتا۔ وہ کہے گا کہ میں کیسے یہ کام کر سکتا ہوں؟ میں 18 لاکھ کی کار میں گھومتا ہوں، ٹھیلا لگاتے ہوئے اچھا لگوں گا کیا؟ اس کے لیے ذہن آمادہ نہیں ہوتا، بلکہ آمادہ کرنا پڑے گا۔ اس کو حقیر مت سمجھو، بلکہ سمجھو کہ اگر اس سے میری دو وقت کی روٹی پوری ہو رہی ہے تو گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے، کیوں کہ یاد رکھو! یہ جو ہماری تعیّشات والی زندگی ہے یہ ہماری ضرورت نہیں ہے۔ بہت سے لوگ بینک کی نوکری چھوڑتے نہیں ہیں، کیوں کہ اس جیسا متبادل نہیں ملتا ۔بعض علماء بھی ان کو تسلی دے دیتے ہیں کہ کوئی بات نہیں جب تک نہیں ملتا کرتے رہو۔ خدا کی قسم! اس سے ان کی وہ ملازمت حلال نہیں بن جاتی اور وہ آخرت سے بري الذمہ نہیں ہوتے۔ قیامت میں اللہ ان سے پوچھے گا کہ جیسے باقی لوگ گزارہ کر رہے تھے 5 ہزار میں، 6 ہزار میں، تو کیوں نہیں کر سکتا تھا؟ تو وہ کہتا کہ یا اللہ! میری بیوی میرا ساتھ نہیں دے رہی تھی۔ تو اللہ کہتا کہ چھوڑ دیتا ایسی بیوی کو۔ اس وجہ سے کتنے لوگ ڈپریشن کا شکار ہو جاتے ہیں۔ بچے ساتھ چھوڑ جائیں بیوی ساتھ چھوڑ جائے، حرام کا ایک لقمہ کھانے کی اجازت نہیں ہے۔ یاد رکھو! میں ایسے ملازمین کو جانتا ہوں جو بیس بیس سال سے ڈھٹائی کے ساتھ حرام کھا

رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں اس کا متبادل نہیں ملتا۔ان کے نزدیک متبادل کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میں وہاں 80 ہزار لے رہا ہوں تو کہیں اور کم از کم 75، 70 ہزار تو ملے۔یہ متبادل کی تعریف نہیں ہے، یاد رکھیں۔اللہ کسی کو اپنی رحمت سے بخش دے تو اللہ کا معاملہ ہے، کسی کو اس میں دخل اندازی کی اجازت نہیں ہے۔قیامت میں اللہ کا معاملہ کیا ہو گا؟ یہ تو کوئی نہیں جانتا، لیکن اللہ نے جو قانون اور ضابطہ قرآن میں بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ حرام کھانے کی اجازت صرف اس شخص کو ہے جس کو موت کا خطرہ ہو،اور وہ بھی اتنا کہ جان بچ سکے۔بینک کی ملازمت کرنے والے اگر بالفرض مجبور ہیں تو اس آمدن سے کھا کیا رہے ہیں؟وہ تو برگر کھا رہے ہیں، نہاری کھا رہے ہیں، کباب کھا رہے ہیں اور بچے سٹی اسکول میں پڑھ رہے ہوتے ہیں اور چھ چھ ہزار بچوں کی فیسیں جا رہی ہیں۔

اللہ کی ذات سے پُر امید رہیں: دیکھو بھائی! میں آپ کو مایوس نہیں کر رہا، بلکہ میں امید دلا رہا ہوں کہ اگر وہ اپنی ضرورتوں کے دائرے کو محدود کر دے اور دنیا کو مسافر خانہ سمجھے۔بیوی چھوڑ کے چلی گئی یا بچے چھوڑ کر چلے گئے تو کوئی بات نہیں ، قیامت والے دن اس سے سوال نہیں ہو گا۔ہاں اگر بچے نابالغ ہیں اور آپ کا خیال یہ ہے کہ اگر متبادل نہیں ملا تو ان کے پیٹ میں روٹی بھی نہیں اتار سکتا، تو پھر ٹھیک ہے۔جیسے خود کو بچانے کے لیے حرام کھا سکتا ہے، اسی طرح بچوں کو بچانے کے لیے بھی حرام کھلا سکتا ہے۔فقہاء لکھتے ہیں کہ جس طرح جان بچانے کے لیے چوری کرنے کی اجازت ہے اسی طرح جان بچانے کے لیے سودی بینک میں ملازمت کی اور انشورنس کی بھی اجازت ہے۔اور عام طور پر ایسا ہوتا نہیں ہے کہ اللہ اتنی غربت میں لے آئے۔تھوڑا آزمانے کے بعد اللہ رزق کشادہ کر دیتا ہے۔تو بھائی ہمت کرو ہمت۔ہماری شریعت پر ہمت کے بغیر چلنا ممکن نہیں ہے۔ اور جس میں ہمت نہیں ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ ایسی غربت کے اندر میری ہمت ٹوٹ جائے گی اور میں کفر بکنا شروع کر دوں گا، تو وہ اتنا تو کر لے کہ اللہ تعالی سے گڑگڑا کر دعا مانگ لے کہ یا اللہ! میں کم ہمت ہوں، کمزور ہوں، مجھ سے یہ چھڑوا دے کسی طریقے سے۔اس کو میں حرام سمجھتا ہوں، حلال نہیں سمجھتا۔تو اسی طرح کوئی متبادل پیدا کر دے اور اس سے میری جان چھڑوا دے۔اللہ تعالی سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

سبحانك اللهم وبحمدك نشهد أن لا اله إلا أنت نستغفرك ونتوب إليك